19

ہم صرف تبلیغ سے ہی دنیا کو فتح کر سکتے ہیں

(فرمودہ 11 جون 1948ء بمقام پارک ہاؤس لٹن روڈ کوئٹہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مجھے ایک دوست نے کوئی دو مہینے ہوئے لکھا کہ کوئٹہ کی جماعت دو تین سو افراد پر مشتمل ہے لیکن اس جمعہ میں جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان کا اندازہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئٹہ کی جماعت سو افراد یا اس سے کچھ کم پر مشتمل ہے کیونکہ چھ صفیں نظر آ رہی ہیں اور فی صف 19، 20 کے قریب آدمی ہیں اور 20، 22 آدمی ہمارے ساتھ آئے ہوئے ہیں۔ اِس طرح مرد افراد کی تعداد سو سے بھی کم بنتی ہے اور پھر ان میں بہت سے بچے بھی شامل ہیں۔ اگر بچے نکال دیئے جائیں تو ساٹھ ستّر کی جماعت رہ جاتی ہے۔ نہ معلوم اِس کی یہ وجہ ہے کہ افراد ہی کم ہیں یا وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا وقت ایسا معیّن نہیں کیا گیا جس میں تمام دوست شامل ہو سکیں۔ میرے پاس ابھی ایک پیغام گیا تھا کہ دو بج گئے ہیں اور لوگوں نے دفتر جانا ہے۔ لیکن اس سے پہلے مجھے جماعت کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی کہ جمعہ کے لیے کونسا وقت مقرر ہے۔ لاہور کی جماعت تو اس بات پر مُصِرّ ہوا کرتی ہے کہ دو بجے سے پہلے جمعہ نہ پڑھایا جائے۔ وہاں جمعہ کے دن ایک بجے کے قریب چُھٹی ہو جاتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ دفتروں سے فارغ ہو کر لوگ جمعہ میں پہنچ سکیں۔ مگر یہاں یہ کہا گیا ہے کہ دو بجے سے پہلے لوگوں کو فارغ کر دیا جائے

تا دو بجے کے بعد وہ دفاتر میں جا سکیں۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے پیغام غلط گیا تھا یا صحیح۔ اگر صحیح تھا تو اس کے معنے یہ ہیں کہ یہاں جمعہ کی چُھٹی نہیں ہوتی مگر یہ عجیب بات ہے۔ لاہور میں جمعہ کے دن ایک بجے کے بعد چھٹی ہو جاتی ہے اور دوسری جگہوں میں بھی جمعہ کے لیے نصف دن کی تعطیل کی جاتی ہے۔ پھر یہاں چھٹی کیوں نہیں ہوتی؟ بہرحال یہ چیز حکومت کے اختیار میں ہے ہمارے اختیار میں نہیں۔ دراصل طریق یہ ہوتا ہے کہ ایسے اجتماعی کاموں کے لیے پہلے سے وقت مقرر کر لیا جائے اور امام کو بھی اطلاع دے دی جائے کہ لوگوں کے آنے کا یہ وقت ہو اور جانے کا یہ وقت ہو تا کہ ان دونوں باتوں کی پابندی کی جا سکے اور اس طرح لوگوں کا عہد بھی خراب نہ ہو اور بعض کے لیے دفتری مشکلات بھی پیش نہ آئیں۔

پس آئندہ کے لیے (گو اگلا جمعہ غالباً مَیں یہاں نہیں پڑھاؤں گا کیونکہ مَیں کچھ عرصہ کے لیے سندھ جا رہا ہوں) مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ کونسا وقت جماعت کی اکثریت کے لیے موزوں ہے؟ کس وقت جمعہ شروع کیا جائے؟ کس وقت تک یہ امید کی جا سکتی ہے کہ سب لوگ جمع ہو جائیں گے اور کونسا وقت جمعہ ختم کرنے کے لیے موزوں ہے؟ جس میں یہ امید کی جا سکے کہ لوگ اپنے اپنے دفاتر میں وقت پر پہنچ سکیں گے۔

اس کے بعد مَیں کوئٹہ کی جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ان کے متعلق جو اثر مجھ پر ہے یا مثال کے طور پر ہمارے اس سفر کے لیے اور پھر یہاں آنے کے موقع پر جس رنگ میں جماعت نے قربانیاں کی ہیں اور دیواریں وغیرہ اپنے ہاتھوں سے بنائی ہیں اُس سے اِتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ جماعت میں خدمت کا احساس پیدا ہو چکا ہے لیکن کسی کام کا صرف احساس پیدا ہو جانا کافی نہیں ہوتا بلکہ اُس احساس کا صحیح استعمال بھی ضروری ہوتا ہے۔ بسا اوقات خدمت کا احساس انسان کو ایسے غلط طریق پر ہوتا ہے کہ اُس کی ساری کوششیں رائیگاں چلی جاتی ہیں اور وہ کسی قسم کا ذاتی یا قومی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ درحقیقت سب سے زیادہ خدمت کا حق ہم پر اپنے نفس کا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ [1] یعنی تمہاری اپنی ہدایت باقی لوگوں کی عدمِ ہدایت سے بہرحال بہتر ہے۔ اگر یہ سوال پیدا ہو جائے کہ تم ہدایت پاؤ یا تمہارا غیر ہدایت پائے اور ان دونوں میں ٹکراؤ ہو جائے تو تمہیں اپنی ہدایت کو مقدم رکھنا چاہیے کیونکہ ہدایت

کوئی ایسی چیز نہیں جس کو دوسرے کی خاطر قربان کیا جاسکے۔ ہم سے یہ امید تو کی جاسکتی ہے کہ اگر ہم پیاسے ہوں اور ہمارے پاس تھوڑا سا پانی ہو اور ہمارے پاس ہی کوئی دوسرا شخص پیاس کی شدت کی وجہ سے تڑپ رہا ہو تو ہم اپنا پانی اُس کو دے دیں خواہ خود موت کا شکار ہو جائیں۔ یا ہم بھُوکے ہوں اور ہمارے پاس کھانا موجود ہو اور ہمارے پاس کوئی دوسرا شخص بھوک سے بے تاب ہو رہا ہو تو شریعت اِس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گی کہ ہم خود کھانا نہ کھائیں اور اُس کو کھلا دیں۔ لیکن شریعت اِس کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھے گی کہ ہم خود نماز نہ پڑھیں اور دوسرے کو موقع دیں کہ وہ نماز پڑھ لے یا خود جہاد میں شامل نہ ہوں اور دوسرے کو موقع دیں کہ وہ جہاد کرے۔ یا یہ کہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اظہارِ ایمان نہیں کرتے اور دوسرے کو موقع دے دیتے ہیں کہ وہ اظہارِ ایمان کرلے۔ یہ دین کا معاملہ ہے جو دنیا کے معاملوں سے مختلف ہے۔ دنیوی معاملات میں دوسروں کے لیے قربانی کرنا پسند کیا جاتا ہے۔ لیکن دین کے معاملہ میں کسی کے جذبات کی پروا نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے کہ دنیوی قربانی تو 20، 30 یا 50 سال کے لیے ہوگی لیکن دین کی قربانی لاکھوں کروڑوں بلکہ اَن گنت سالوں تک جائے گی۔ اِس لیے کسی سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ خود دائمی دوزخ میں جا پڑے اور دوسرے کے لیے آرام مہیا کرے۔ دنیا میں یہ تو ہوسکتا ہے کہ کوئی خود پیاسا مر جائے اور دوسرے کو پانی دے دے، یہ تو ہوسکتا ہے کہ خود بھوکا مر جائے اور دوسرے کو کھانا کھلا دے، یہ تو ہوسکتا ہے کہ خود ننگا رہے اور دوسرے کو لباس دے دے، یہ تو ہوسکتا ہے کہ وہ خود تکلیف برداشت کرے اور دوسرے کو آرام پہنچائے۔ لیکن کسی سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ خود بے ایمان ہونے کی حالت میں مر جائے اور دوسرے کو ایماندار بننے کا موقع دے بلکہ مومن سے اس کے خلاف امید کی جائے گی۔

پس سب سے مقدم چیز انسان کے لیے اُس کا اپنا ایمان ہے۔ اِس لیے دنیا کے وقتوں میں سے سب سے زیادہ وقت انسان کو اپنی نماز، عبادت اور ذکر الٰہی کے لیے نکالنا چاہیے بشرطیکہ یہ کام ایک حد کے اندر ہو۔ نماز فرض ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑی جاسکتی۔ پھر بعض حصے نماز کے ایسے بھی ہیں جنہیں شریعت نے خصوصیت سے پسند کیا ہے جیسے قرآن مجید میں تہجد کا ذکر آتا ہے اور بعض حصے ایسے ہیں جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعامل اور سنت نے ثابت کیا ہے جیسے اشراق کی نماز ہے یا ضُحٰی کی نماز ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی پابندی انسان کرسکتا ہے

اور اسے کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض دفعہ کوئی شخص سارا دن نماز میں لگا رہتا ہے اور وہ دوسرے کاموں کی طرف توجہ نہیں کرتا یہ چیز ناجائز ہے۔ بہرحال جس حد تک نفس کی صفائی کے لیے اپنے آپ کو عبادت میں لگانا ضروری ہے اُس حد تک نفس کی اصلاح کے لیے جماعت کو اختیار کرنا ہر انسان پر فرض ہے۔ اگر نفس کی اصلاح ہوگی تو دین کی سچی خدمت کی توفیق ملے گی اور انسان اسلام کا بہادر سپاہی بن سکے گا۔ تمام خرابیاں ہمیشہ نفس کے بگاڑ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب تک نفس کی اصلاح نہ ہو نہ اطاعت کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور نہ عقل وفہم کا مادہ پیدا ہوتا ہے لیکن عقل سے سب چیزیں آپ ہی آپ درست ہو جاتی ہیں۔ مگر عقل کبھی مکمل نہیں ہو سکتی جب تک نماز، روزہ، ذکرِ الٰہی، توکّل اور خشیتِ الٰہی کی عادت نہ پیدا کی جائے۔ یہ چیزیں نفس کے جِلا اور اُس کو نور بخشنے کے لیے ضروری ہیں۔ پس اُس حد تک عبادت کرنا جس حد تک نفس کے جِلا کے لیے ضروری ہو نہایت اہم ہے اور دوسرے سب کاموں کے لیے مقدم ہے۔

پھر اِس کے بعد دوسرا قدم خدمتِ خلق کا ہے اور اس میں سب سے مقدم چیز تبلیغ ہے۔ اگر تم کسی کو روٹی کھلاتے ہو تو اس کے معنے یہ ہیں کہ تم اُسے شام تک تکلیف سے بچاتے ہو، اگر تم کسی کو کپڑا پہناتے ہو تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ تم تین چار مہینے تک اُس کو ننگا رہنے سے بچاتے ہو، اگر تم کسی کو گرمیوں میں پانی پلا دیتے ہو تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ تم گھنٹہ دو گھنٹہ تک اُس کی پیاس بجھاتے ہو۔ لیکن اگر تم کسی کو دین دیتے ہو تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ تم اُسے ابدی زندگی بخشتے ہو۔ اور تم اُسے وہ تحفہ دیتے ہو جو دو گھنٹے کے بعد ختم نہیں ہوگا، جو دو مہینوں کے بعد ختم نہیں ہوگا، جو دو سال کے بعد ختم نہیں ہوگا، جو ایک صدی کے بعد بھی ختم نہیں ہوگا، جو دنیا کی عمر کے بعد بھی ختم نہیں ہوگا بلکہ ابدالآباد تک چلتا چلا جائے گا جس کا اندازہ لگانا بھی انسانی طاقت سے باہر ہے۔

غرض بہترین تحفہ تبلیغ کا تحفہ ہے اور بہترین احسان جو انسان کسی پر کرسکتا ہے وہ تبلیغ کا احسان ہے۔ لیکن مجھے کوئٹہ کی جماعت کی تبلیغ کا کوئی نظارہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا اور نہ ہی خط وکتابت سے کسی بیعت کا پتہ چلا ہے۔ شاید کئی مہینے بلکہ سالہا سال گزر جاتے ہیں مگر یہاں کوئی احمدی نہیں ہوتا۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ ایک دفعہ کے سوا جس کے بعد وہ بیعت کرنے والا مرتد ہو گیا کوئٹہ کی تو اصل باشندوں کی کوئی بیعت مجھے یاد نہیں۔ ممکن ہے اس میں میرے حافظہ کی غلطی ہو مگر مجھے یاد ہے کہ اب تک کوئٹہ کی کسی

بیعت کی کوئی اطلاع مجھے نہیں ملی۔ صرف آٹھ دس سال ہوئے کوئٹہ میں ایک شخص احمدی ہوا تو یہاں کی جماعت نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا مگر ایک سال کے بعد جب مَیں نے پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ شخص مرتد ہو گیا ہے۔ پس سوائے اس واقعہ کے جس کا انجام اچھا نہیں ہوا اَور کسی بیعت کا مجھے علم نہیں۔ مشرقی پنجاب ہے اگر کوئی یہاں آبسا ہے یا دوسرے علاقوں سے آکر یہاں آباد ہو گیا ہے یا ملازمت کی وجہ سے اِس میں آ گیا ہے تو یہ یہاں کی جماعت کی کوشش کا نتیجہ نہیں۔ مَیں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ کوئٹہ ایسی جگہ ہے جہاں کے لوگوں کے متعلق یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ احمدیت سے محروم رہیں گے یا کوئٹہ کی آب و ہوا انسان کی عقل پر ایسا پردہ ڈال دیتی ہے کہ اُس کے دل سے خشیتِ الٰہی بالکل مٹ جاتی ہے۔ اور وہ کسی کی بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوسکتا۔ اگر واقع میں کسی علاقہ کی آب و ہوا ایسی ہوتی تو یقیناً اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت دیتے وقت اُس علاقہ کو مستثنیٰ قرار دے دیتا اور کہتا کہ تُو نبی تو ہے مگر اُس حصہ کے لیے نہیں۔ مگر نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی جگہ بتائی جہاں آپ کی تعلیم اثر نہیں کر سکتی تھی یا جہاں کی آب و ہوا میں رہ کر انسان نصیحت سے بالا ہوسکتا تھا اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی جگہ بتائی جس کے متعلق کہا جائے کہ یہاں کے لوگ احمدیت کی تعلیم کو قبول نہیں کر سکتے۔ پس مَیں اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ مَیں یہ تو ماننے کے لیے تیار ہوں کہ یہاں کے لوگ تبلیغ نہیں کرتے مگر یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ یہاں کے رہنے والوں پر تبلیغ اثر نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ان میں سے ایک بات ماننے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف آتا ہے اور خدا تعالیٰ پر بھی حرف آتا ہے کہ اُس نے اِس علاقہ کی فضا ایسی بنا دی کہ کوئی شخص مسیح کو مان ہی نہیں سکتا۔ اس کے معنے یہ ہوں گے کہ اس کی ذمہ داری خدا تعالیٰ پر عائد ہوتی ہے لیکن اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ کوئٹہ کے لوگ تبلیغ نہیں کرتے تو اس کا الزام کوئٹہ کی جماعت پر آئے گا۔ اور یہ سیدھی بات ہے کہ اگر کسی بات کی دو تاویلیں ہوں اور سوال یہ پیدا ہو کہ ان میں سے کس کو مانا جائے ایک سے خدا تعالیٰ پر اعتراض پڑے اور دوسری سے جماعت کو مجرم ٹھہرانا پڑے تو کون بیوقوف ہوگا جو خدا تعالیٰ کو مجرم ٹھہرائے گا؟ لازمی بات ہے کہ وہ جماعت کو ہی مجرم ٹھہرائے گا۔

احادیث میں آتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ! میرے بھائی کو دست آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اُس کو شہد پلا دو۔ وہ دوسری دفعہ آیا

اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے بھائی کے دست بڑھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اُسے اَور شہد پلادو۔ تیسری دفعہ وہ پھر آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ! میرے بھائی کے دست اَور بھی زیادہ ہوگئے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام سچا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ 2 تو مَیں اسے غلط کس طرح مان سکتا ہوں۔ 3 اب دیکھو یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو انسان روحانی نگاہ سے ہی مان سکتا ہے جسمانی نگاہ سے نہیں۔ ورنہ دست تو اُسے آرہے تھے پھر اُس کا پیٹ کیسے جھوٹا ہوگیا۔ روحانی نگاہ سے تو ہم اِس کو ضرور مان لیں گے مگر جسمانی عقل اِس کو نہیں مان سکتی۔ بلکہ اس واقعہ میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نکال دو اور پھر کسی کو یہ قصہ سناؤ تو ہوسکتا ہے کہ وہ شخص کوئی سخت لفظ منہ سے نکال دے اور کہہ دے کہ یہ بات خلافِ عقل ہے۔ لیکن چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ساتھ ہوتا ہے اِس لیے لوگ مسلمانوں کے جذبات کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں مگر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ مَیں اِس کی مادی تعبیر کرسکتا ہوں۔ بے شک ہم روحانیت کی نگاہ سے تو اِس بات کی صداقت کو ثابت کردیں گے اور یہ بات سچی ہے ہم روحانیت کی نگاہ سے آپ کی بات کی معقولیت کو بھی ثابت کردیں گے مگر جہاں تک دنیوی مادی دلائل کا سوال ہے دشمن کو جواب دینا ہمارے لیے مشکل ہوگا۔ اب دیکھو یہ صرف ایک واقعہ ہے۔ ایک شخص کو شہد پلایا جاتا ہے اور اُس کے دست کم نہیں ہوتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ اس میں کسی تاویل یا تشریح کا کوئی سوال ہی نہیں۔ ایک سے زیادہ افراد کا بھی سوال نہیں۔ یہ بھی صاف طور پر نظر آرہا تھا کہ اسے شہد سے فائدہ نہیں ہوا بلکہ بظاہر نقصان ہی ہوا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے خدا کا کلام جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسے موقع پر جہاں بظاہر انسانی عقل اس شخص کی تائید کرتی تھی جس کے دست بڑھ گئے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ جاؤ تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے تو مجھ سے یہ کس طرح امید کی جاسکتی ہے کہ مَیں کوئٹہ کی جماعت کو سچا مان لوں گا اور خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات کو غلط کہہ دوں گا۔ یہاں مثال بھی موجود ہے کہ ایک شخص نے بیعت کی۔ گویا یہاں واقعات نتیجہ کی تائید میں ہیں۔ مگر وہاں واقعات اس نتیجہ کی تائید میں نہیں تھے مگر پھر بھی آپؐ نے خدا تعالیٰ کے کلام کو ہی سچا قرار دیا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ درست نہیں تھا۔ جو کچھ آپ نے فرمایا وہی درست تھا لیکن ظاہری واقعات

اور باطنی امور میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایک چیز ظاہر میں بُری ہوتی ہے لیکن باطن میں اچھی ہوتی ہے۔ ڈاکٹروں کو ہی دیکھو ایک شخص کو دست آتے ہیں وہ آکر ڈاکٹر سے کہتا ہے کہ مجھے دست آتے ہیں۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ اسے کسٹرائل دے دو یا منگنیشیا دے دو۔ اس سے دست اَور بھی بڑھ جاتے ہیں۔ اِس پر وہ پھر شکایت لے کر آتا ہے تو ڈاکٹر کہتا ہے اسے منگنیشیا کی اَور ڈوز دے دو۔ ڈاکٹر جانتا ہے کہ دستوں کا سبب غذا کی سڑانڈ تھی۔ جب تک سڑانڈ نکالی نہ جائے گی دست بند نہیں ہوں گے۔ اس طرح گو دست بڑھ جائیں گے مگر دستوں کے بڑھنے سے ہی دست رُکنے لگیں گے۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے تو اِس کے معنے درحقیقت یہی تھے کہ تیرے بھائی کا علاج تو ہو رہا ہے مگر تم یہ سمجھتے ہو کہ علاج نہیں ہو رہا۔ تم یہ شکایت کرتے ہو کہ تمہارے بھائی کے دست بڑھ رہے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ دستوں کے بڑھنے سے ہی اس کے دست بند ہوں گے۔

غرض ہماری جماعت کا سب سے پہلا فرض اپنے نفس کی اصلاح ہے اور نفس کی اصلاح کے بعد خدمتِ خلق ہے جس میں سے مقدم چیز تبلیغ ہے۔ بھلا یہ کوئی عقل کی بات ہے کہ ایک طرف تو ہم یہ دعوٰی کریں کہ دنیا ہمارے ہاتھ پر فتح ہوگی اور دوسری طرف دنیا کو فتح کرنے کا جو ایک ہی ذریعہ ہے یعنی اسلام اور احمدیت کی تبلیغ اُس کی طرف توجہ نہ کریں۔ دنیا کی فتح کے یہ معنے تو نہیں کہ دس بیس آدمی ڈنڈے لے کر کھڑے ہو جائیں گے اور دو ارب کی دنیا پر حکومت شروع کر دیں گے۔ دنیا کی فتح کے معنے یہ ہیں کہ دنیا کی دو ارب آبادی میں سے کم از کم سَوا اَرب احمدی ہو جائیں۔ اور یا پھر ان لوگوں کو اگر ہم تبلیغ نہیں کرتے تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ احمدیوں کو اِتنی طاقت حاصل ہو جائے گی اور ساتھ ہی وہ اِتنے ظالم بن جائیں گے کہ وہ دوسرے لوگوں کے حقوق کو تلف کر کے اُن پر جابرانہ اور ظالمانہ حکومت کرنی شروع کر دیں گے۔ ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو مار ڈالے اور صرف احمدی ہی دنیا میں باقی رہ جائیں۔ آخر ہم اگر تبلیغ سے کام نہیں لیتے اور ساتھ ہی یہ امید رکھتے ہیں کہ دنیا پر غالب آجائیں گے تو سوائے اِن دو باتوں کے ہم دنیا پر غالب ہی کس طرح آسکتے ہیں۔ دنیا پر غالب یا تم تبلیغ کے ذریعے آسکتے ہو اور یا پھر دنیا پر غالب آنے کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم ایٹم بم کی ایجاد کر لیں اور لوگوں کو ایسا ڈرائیں کہ ہمارے چند لاکھ آدمیوں کے سامنے سب لوگ ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جائیں اور جو حکم

ہم اُنہیں دیں وہ مان لیں۔ گویا دوسرے لوگ وحشی اور جانور بن جائیں گے اوران کی انسانی حیثیت باقی نہیں رہے گی اور ہم اُن پر ایسے چھا جائیں گے جیسے ٹڈی دل کھیتوں پر چھا جاتا ہے۔ کیا یہ وہی دنیا ہے جس کا قرآن مجید اپنے مومن بندوں سے وعدہ کرتا ہے؟ اور کیا یہی وہ دنیا ہے جس میں خدا کی بادشاہت قائم ہوگی؟ یہ خدا کی بادشاہت نہیں شیطان کی بادشاہت ہوگی۔ غرض جب ہم کہتے ہیں کہ احمدیت دنیا پر غالب آجائے گی تو یقیناً اِس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ہمیں ایسی طاقت حاصل ہو جائے گی کہ سب لوگ چُوہڑوں اور چماروں کی طرح ہمارے ڈنڈے کے ڈر سے ہمارے سامنے ہاتھ جوڑتے پھریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم یقیناً ظالمانہ حکومت کو قائم کرنے والے ہوں گے۔ ہم یقیناً جابرانہ حکومت کو قائم کرنے والے ہوں گے۔ ایسی حکومت جونمرود اور شدّاد کی حکومت کو بھی مات کرنے والی ہوگی مگر خدا تعالیٰ اپنے رسولوں کو اِس غرض کے لیے دنیا میں نہیں بھیجا کرتا۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ کوئی ایسی بیماری پڑ جائے جس سے سارے غیر احمدی مر جائیں اور اِسی طرح سارے ہندو، سکھ اور غیر مذاہب والے مر جائیں۔ اگر ایسا ہو تو ہم تو بلوچستان کو بھی آباد نہیں کر سکتے جس کی آبادی بہت ہی کم ہے۔ ہمارے احمدی دو تین لاکھ ہیں مگر بلوچستان کی آبادی دس بارہ لاکھ کے قریب ہے۔ اگر ساری قومیں مر جائیں اور احمدی ہی زندہ رہ جائیں تو یہ بلوچستان بھی ویران نظر آنے لگ جائے گا۔ اگر ہم کہیں کہ چلو باقی بلوچستان چھوڑ دو ہم صرف پاکستانی بلوچستان کو ہی آباد کر لیں گے تو پاکستانی بلوچستان کی آبادی بھی چار لاکھ ہے۔ اِس میں بھی صرف دو تین لاکھ احمدی آباد ہوں گے باقی سارا بلوچستان خالی پڑا ہوگا۔ اِسی طرح سب کا سب چین، جاپان، انڈونیشیا، انگلستان، فرانس، امریکہ اور دوسرے ممالک بالکل ویران اور اُجاڑ ہوں گے۔ شیر اور چیتے ہر جگہ پھر رہے ہوں گے اور ہم دنیا کے ایک گوشہ میں بیٹھے اس بات پر خوش ہوں گے کہ ہم نے ساری دنیا فتح کر لی۔ مگر کیا یہ مقصد کوئی اعلیٰ درجہ کا مقصد ہے؟

پھر کیا چیز رہ جاتی ہے جس سے ہم دنیا کو فتح کر سکتے ہیں؟ وہ یہی چیز ہے کہ تم لوگوں کو احمدی بناؤ اور احمدیت کی تبلیغ اپنے پورے زور کے ساتھ کرو۔ یہی ایک معقول چیز ہے جو روحانی بھی ہے اور جسمانی فائدہ بھی اس سے حاصل ہوتا ہے اور جس سے دنیا کو حقیقی معنوں میں سُکھ اور آرام میسر آ سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم نے اِس کے لیے کیا کوشش کی ہے؟

بے شک نفس کی اصلاح بھی ایک ضروری چیز ہے مگر دوسرا قدم تبلیغ کا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں مومن ہی مومن نظر آئیں اور یہ دنیا مومنوں سے آباد ہو تو اِس کا یہی ایک طریق ہے کہ تبلیغ کرو اور لوگوں کو احمدی بناؤ۔ اگر ہم تبلیغ نہیں کرتے تو پھر اِس دنیا کا فائدہ ہی کیا ہے۔ پھر خدا نے کیوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا؟ کیوں قرآن مجید نازل کیا؟ اور کیوں لوگوں تک اسلام کی تعلیم پہنچانا ہم پر فرض قرار دیا؟ پھر تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت صرف آدم کی سی رہ جاتی ہے جو چند آدمیوں کو ابتدائی انسانی حقوق کی تعلیم دینے کے لیے آیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا ہے کہ تیری حکومت ساری دنیا پر ہے اور تجھے تمام دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ یہ حقیقت تو اِسی طرح واضح ہو سکتی ہے کہ دنیا کا ایک بڑا طبقہ آپ کو ماننے والا ہو۔ اور یا پھر دوسرے لوگوں کو خدا تعالیٰ ختم کر دے۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدے خدا تعالیٰ نے کیے ہیں اُن کی عظمت اور اہمیت اِسی طرح ظاہر ہو سکتی ہے کہ ہم ایک وسیع دنیا کو احمدی بنا لیں۔ اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدے کیے گئے ہیں اُن کی عظمت اور اہمیت بھی اِسی طرح ظاہر ہو سکتی ہے کہ ہم ایک وسیع دنیا کو احمدی بنا لیں۔ اگر اِس کے علاوہ ہم کوئی اور ذریعہ اختیار کرتے ہیں تو اُس کا سوائے اِس کے کوئی اَور مفہوم نہیں ہو سکتا کہ یا تو اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی ایسا ایٹم بم دے دے جس سے ڈر کر ساری دنیا چُوہڑوں اور چماروں کی طرح ہمارے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو جائے اور یا پھر ساری دنیا مر جائے صرف احمدی ہی احمدی باقی رہ جائیں اور ہم رات اور دن اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے اِس ڈر سے اندر بیٹھے رہیں کہ شیر اور چیتے ہم پر حملہ نہ کر دیں اور ہمیں چِیر پھاڑ کر نہ کھا جائیں۔ یہ دونوں دنیائیں ایسی ہیں جنہیں انسانی عقل نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ صرف اور صرف ایک ہی دنیا ہے جس کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا میں قائم ہو جائے، قرآن کی حکومت دنیا میں قائم ہو جائے، اسلام کی حکومت دنیا میں قائم ہو جائے، احمدیت کی حکومت دنیا میں قائم ہو جائے۔ اور دنیا کی اکثریت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہو جائے۔ اور یہ سلسلہ اِس طرح بڑھتا چلا جائے یہاں تک کہ دنیا کے گوشے گوشے اور

کونے کونے میں خدائے واحد کی عبادت کی جائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والے لوگ پیدا ہو جائیں "۔

(الفضل 8 جولائی 1948ء)

1: المائدة:106

2: النحل:70

3: ترمذی ابواب الطب باب ماجاء فی التداوی بِالْعَسَلِ